(۳۴)

پوری ہمت اور سرگرمی سے دعوت الی اللہ کرو

(فرمودہ ۱۰۔جنوری ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

بوجہ بیماری میرا ارادہ تو نہیں تھا کہ جمعہ کے لئے آؤں لیکن اس وجہ سے کہ بعض دوست جمعہ کے لئے باہر سے آتے ہیں اور اس خواہش سے آتے ہیں کہ میرے پیچھے نماز جمعہ ادا کریں اس لئے میں نے آخر مناسب سمجھا کہ خواہ کتنا مختصر خطبہ ہی کیوں نہ ہو یا کتنی مشقت بھی کیوں نہ اُٹھانی پڑے میں خود ہی جمعہ پڑھاؤں۔

میں نے پچھلے جمعہ میں یہ بات کہی تھی کہ مَیں ایک ایسے امر کے متعلق خطبہ پڑھنا چاہتا ہوں جو بعض لوگوں کے لئے ناپسندیدہ ہوگا لیکن میں چونکہ ابھی اپنی صحت کو اس قابل نہیں پاتا کہ کوئی لمبا خطبہ بیان کرسکوں اس لئے آج بھی اُس کی بجائے ایک دوسرے امر کے متعلق بیان کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ امسال جلسہ سالانہ کے بعد جماعت میں (قادیان کی جماعت کے متعلق ابھی مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن باہر کی جماعتوں میں) مَیں نیک اور اچھا تغیر دیکھتا ہوں۔ انسان کی باتیں جو وہ کرتا ہے اپنی ذات میں خواہ کتنی اعلیٰ کیوں نہ ہوں ضروری نہیں کہ لوگوں کے قلوب میں تغیر پیدا کرسکیں۔ تقریریں خواہ کتنی لمبی اور دلآویز ہوں، ظاہر میں نظر آنے والے معارف خواہ کتنی کثرت سے ہوں ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معارف ہوں اور لوگوں کے دلوں میں بھی جگہ حاصل کرسکیں۔ پس کسی تحریک کی کامیابی اس کے خوبصورتی سے بیان

کر دینے میں نہیں بلکہ اس کے نتائج سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور گو ابھی جلسہ سالانہ کو گذرے نو دس دن ہی ہوئے ہیں اور بہت سے احباب کو یہاں سے گئے ابھی ہفتہ بھی نہیں ہوا اور عموماً ان دنوں میں جماعت کے لوگوں میں کام کرنے کی روح تو اگرچہ ہوتی ہے لیکن نتائج کم نکلا کرتے ہیں کیونکہ یہاں سے جا کر گھروں میں ٹکنے کے لئے بھی کچھ وقت چاہئے۔ اس کے بعد وہ اپنے نیک ارادوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ عرصہ تک اس جوش سے کام کرتے ہیں جو یہاں سے تازہ تازہ لے کر جاتے ہیں مگر اپریل کے بعد جا کر پھر جماعت میں سستی شروع ہو جاتی ہے اور اکتوبر تک گویا ایک نیند طاری رہتی ہے۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ جلسہ کے دن قریب ہیں اور وہاں جانا ہے کچھ کام کرنا چاہئے پھر کام شروع کر دیتے ہیں لیکن اس دفعہ میں دیکھتا ہوں ابتداء میں ہی جماعت نے زیادہ ہمت سے کام شروع کیا ہے۔

جلسہ کے بعد پہلا ہفتہ جو عام طور پر ٹکنے اور آرام لینے کا ہوتا ہے اس میں مختلف جماعتوں نے تبلیغ، درس و تدریس اور تنظیم کی طرف توجہ شروع کر دی ہے اور خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت سرگرمی سے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ان کا یہ جوش کتنے عرصہ تک قائم رہے گا۔ سارا سال یا اپریل تک یا ہمیشہ کے لئے قائم رہتا ہے۔ پھر اس کے نتائج کا بھی اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ مگر بہرحال یہ ایک نیک تغیر نظر آ رہا ہے اور میں جہاں اس امر پر خوشی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میری باتوں میں اثر پیدا کیا اور وہ لوگوں کے قلوب میں تغیر پیدا کرنے کا موجب ہوئیں وہاں ان جماعتوں کو خصوصیت سے جنہوں نے ان کاموں کی طرف ابھی توجہ نہیں کی متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

بعض دوستوں نے نہایت اخلاص سے کام شروع کیا ہے اور جماعتوں میں ایک خاص رنگ کی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور جلسہ کے بعد پندرہ بیس دن کا وقفہ جس میں عام طور پر بیعت کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ احمدیت میں داخل ہونے کو تیار ہوتے ہیں وہ جلسہ پر بیعت کر لیتے ہیں اور باقی تبلیغ کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر اب کے اس وقفہ میں جماعتیں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور مختلف درجہ کے لوگوں میں محنت سے تبلیغ کا کام ہو رہا ہے اور اس کے نتائج نکل رہے ہیں۔ لیکن جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی خصوصاً قادیان کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی تبلیغی کام شروع کریں۔ قادیان میں مختلف اوقات میں اس قسم

کے نظام قائم ہوئے ہیں کہ دوست باہر جائیں اور تبلیغ کریں لیکن وہ ہمیشہ کڑھی کا اُبال ثابت ہوئے ہیں۔ چند دوست اس کام کے لئے نکلتے ہیں لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور جماعت کی ترقی رُک جاتی ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے صداقت دی ہے اور جو شخص صداقت کو لے کر کھڑا ہو وہ یقیناً کامیاب ہو کر رہتا ہے مگر افسوس کہ کوشش نہیں کی جاتی۔ خاص ضلع گورداسپور میں سینکڑوں گاؤں ایسے ہیں جن میں کوئی احمدی نہیں۔ جس بستی کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کے متحد کرنے کے لئے مرکز قرار دیا ہے اور جسے روحانی لحاظ سے ماں بنایا ہے اس کے ہی اردگرد ہم ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نہیں پہنچا سکے۔ نام پہنچانے کے یہ معنے نہیں کہ وہاں گالیاں دینے والے یا مخالفت کرنے والے نہیں بلکہ یہ ہیں کہ وہاں درود بھیجنے والے پیدا ہو جائیں۔ سینکڑوں گاؤں اس ضلع میں ایسے ہیں جن میں ہماری جماعت نہیں لیکن اگر توجہ کی جائے تو بآسانی جماعتیں قائم ہو سکتی ہیں۔ اگر اس ضلع میں تبلیغ کی جائے تو باہر بھی آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں کیونکہ مرکز کے مضبوط ہونے کے ساتھ جماعت کا اقتدار اور رُعب بھی بڑھ جاتا ہے۔

پس میں خصوصیت سے قادیان کے دوستوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں۔ پچھلے دنوں طالب علموں نے یہ کام شروع کیا تھا لیکن وہ اکتوبر سے لے کر دسمبر تک ہی جاری رہا۔ میں اب پھر طلباء کو خصوصاً مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلباء کو توجہ دلاتا ہوں کہ فارغ اوقات فضول ضائع کرنے کی بجائے آس پاس کے علاقہ میں جا کر تبلیغ کیا کریں۔ اس طرح چلنے پھرنے سے ان کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑ جائے گا' سلسلہ کا کام بھی ہوگا اور ساتھ ہی انہیں اس کام کی مشق بھی ہوتی جائے گی جس کے لئے وہ تیاری کر رہے ہیں۔ پھر ان کے توجہ کرنے کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو خود شرم آئے گی۔

مدرسہ ہائی کے طلباء کو بھی میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں اور خواہ کوئی بُرا منائے یا ہنسی کرے کہ ان کو براہِ راست مخاطب کیا گیا ہے لیکن میں براہِ راست ہی طلباء کو مخاطب کرتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں استاد بڑے سے لیکر چھوٹے تک تمام کے تمام اپنے طلباء میں دینی روح پیدا کرنے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے بلکہ بسا اوقات روکیں پیدا کرتے ہیں۔ میرے پاس رپورٹ پہنچی ہے کہ اگر کسی طالب علم کو تہجد پڑھنے کی نصیحت کی جائے تو خود استاد ہی اسے منع

کرتے ہیں کہ تمہاری تعلیم میں حرج ہوگا۔ یہ بے بیوقوفی کی بات ہے اس کا خیال نہ کرو۔ مجھے نہایت ہی افسوس ہوا جب تعلیم کے ایک ذمہ دار افسر کے متعلق کسی غیر نے نہیں بلکہ اسی کے دوسرے حصہ نے ایک بات بیان کی۔ میری بیوی نے اس سال مدرسہ بنات کا نماز کا امتحان لیا تو معلوم ہوا کہ نویں جماعت کی لڑکیوں میں سے بھی ایک کے سوا کسی کو پوری نماز نہیں آتی۔ اس پر انہوں نے کہہ دیا میں پھر امتحان لوں گی۔ اُس وقت اگر کسی کو نماز نہ آئی تو اسے اس جماعت میں فیل کر دیا جائے گا۔ ایک ذمہ دار افسر کی لڑکی نے اپنے گھر میں اس بات کا ذکر کیا تو اس کے اپنے گھر کی روایت ہے کہ باپ نے کہا بیٹی ڈرو نہیں کس کی طاقت ہے جو تجھے نماز نہ آنے کی وجہ سے فیل کر سکے۔ جب نماز جیسی ضروری چیز کے متعلق ایک احمدی اور مأمور و مرسل ربّانی کا متبع کہلانے والا اس قدر تنگِ اسلام ہو سکتا ہے کہ اپنی اولاد کی نماز کی ذمہ داری بھی اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں تو مجھے ایسے لوگوں کو مخاطب کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ پس اے ہمارے سکولوں کے طالب علمو! میں تم سے اور براہِ راست تم سے کہتا ہوں کہ تمہارے استاد تمہاری جگہ خدا کے حضور جوابدہ نہیں ہوں گے۔ انہوں نے تمہاری قبر میں نہیں جانا اور انہیں مَیں ایسا ہی نظر انداز کرتا ہوں کہ گویا وہ تھے ہی نہیں اس لئے تم خود دین کی طرف توجہ کرو، خود اپنی اصلاح کرو اور تبلیغ احمدیت میں سرگرمی دکھاؤ۔ میں تعلیم کی ذمہ دار نظارت کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ایسا قانون ہمارے سارے مدارس کے لئے بنا دیا جائے (میں امتحان کے بعد خصوصیت سے اس امر کے متعلق پوچھوں گا) کہ سالانہ نماز کا امتحان ہوا کرے اور اگر کسی طالب علم کو نماز نہ آتی ہو تو اسے اوپر کی جماعت میں نہ چڑھایا جائے۔ اگر اس انتظام کے قائم کرنے میں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی روک ہو تو میری طرف سے انہیں اجازت ہے کہ بے شک ان مدارس کو توڑ دیا جائے۔ اس کے جو نتائج ہوں گے، جو شورش ہوگی یا فساد پیدا ہوگا ان سب کا مَیں ذمہ دار ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں نے خلافت کسی شخص کی مدد سے حاصل نہیں کی اس لئے میں کسی شخص سے کبھی ڈرا نہیں، نہ ڈرتا ہوں اور نہ کبھی ڈروں گا۔ ابھی ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ اس قدر شورش ہو رہی ہے کہ ڈر ہے بغاوت نہ ہو جائے۔ کیا امان اللہ خان کی حالت آپ کو بھول گئی ہے میں نے انہیں کہا اگر امان اللہ خان سے بدتر حالت ہو جائے جب بھی میں نہیں ڈرتا کیونکہ میں جانتا ہوں چونکہ میرے کام اللہ تعالیٰ کے ارداہ کے ماتحت ہیں اس لئے فرشتے میرے مددگار رہیں۔ پس کوئی

بھی میری ایسی مخالفت نہیں کر سکتا جس سے مَیں تباہ ہو جاؤں۔ باقی شورش وغیرہ سے تو وہ ہی ڈر سکتا ہے جس کے نزدیک کامیابی کا معیار آدمیوں کی تعداد ہو میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعض انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کی وفات پر صرف ایک شخص ان پر ایمان لانے والا تھا۔ پس اگر میرے ساتھ دو آدمی بھی رہ جائیں گے جب بھی میں ان انبیاء سے زیادہ کامیابی حاصل کرنے والا ہوں گا۔ پس یہ فضول بات ہے کہ کہا جائے اس طرح کیا تو یہ ہو جائے گا۔ میں کسی سے ڈر کر اسلامی شعائر کی بے حرمتی کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا۔ اگر سکول بند ہو گیا تو کیا ہو گا؟ ہمارے پاس کالج نہیں تو کیا ہوا؟ کیا ہم بغیر اس کے مر گئے ہیں؟ جب یہ مدارس اس مقصد کو پورا کرنے والے ثابت نہ ہوں جن کے لئے قائم کئے گئے تھے تو پھر ان کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پس میں نظارت کو ذمہ دار قرار دیتا ہوں کہ وہ اس بات کی طرف خاص خیال رکھے۔ اس کی بے رغبتی اور اس سے قبل صدر انجمن کے بے توجہی نے رغبتِ دین کو کم کر دیا ہے حالانکہ اگر دینی پہلو پر زور دیا جاتا تو طلباء کے اندر زندگی کی روح نظر آتی۔ ان میں نماز کی باقاعدگی، تہجد، وظائف اور ذکرِ الٰہی پر زور دینا چاہئے۔

اس قدر افسوس کی بات ہے کہ جب مَیں درس دیتا ہوں اُس وقت تو شرم کے مارے لوگ آ جاتے ہیں لیکن جب کوئی دوسرا دے تو استاد طلباء کو روکتے ہیں کہ چلو کھیلو۔ جس سے معلوم ہوا میرے درس میں بھی وہ خدا کے لئے نہیں بلکہ میرے منہ کے لئے آتے ہیں۔ لیکن ایسے عمل کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

طلباء کو چاہئے اپنے اندر دین کی روح پیدا کریں۔ میں نے پہلے ایک بار توجہ دلائی تھی تو اس کا بہت اثر ہوا تھا۔ بعض طلباء جو داڑھیاں مُنڈاتے تھے انہوں نے رکھ لیں، بعض سگریٹ پیتے تھے انہوں نے چھوڑ دیئے۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے پھر یہ وبائیں پیدا ہو رہی ہیں پس میں پھر انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی اصلاح آپ کریں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے ان سے چھوٹی عمر کے طلباء دینی کام کرتے رہے ہیں۔ میں خود جب بارہ تیرہ سال کا تھا تو میں نے انجمن تشحیذ الاذہان قائم کی تھی اور سترہ برس کی عمر میں مَیں اس رسالہ کا ایڈیٹر تھا۔ کئی ایسے طالب علم ہیں جو اس سے زیادہ علم رکھتے ہیں جو مجھے اُس وقت تھا خدا تعالیٰ نے انہیں مجھ سے بڑھ کر کام کرنے کی قابلیت دی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اچھی صحت دی ہے اگر وہ چاہیں تو خوب کام کر سکتے ہیں۔ پھر باہر کی

جماعتوں کو بھی جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی متوجہ کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف خود دینی کاموں میں حصہ لیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا کریں' اپنے اپنے ہاں ہر ہفتہ جلسے کریں۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں جی ہم کیا کریں ہماری جماعت کے بڑے لوگ شامل نہیں ہوتے لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اصل میں بڑا وہ ہے جو دین کے کام میں تعاون کرتا ہے۔ جو آکر ہمارے ساتھ بیٹھ کر دینی امور کے لئے خدمات ادا کرنے کو تیار نہیں وہ ہرگز بڑا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیاوی عزت بھی ایک چیز ہے۔ رسول کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا کون سی قوم زیادہ عزت والی ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو قومیں پہلے معزّز تھیں وہ ایمان لانے کے بعد بھی معزّز ہیں[1] تو جو شخص عزت رکھتا ہے اور ساتھ ہی دینی کام میں ہمارے ساتھ شامل ہوتا ہے وہ تو بے شک ہمارے نزدیک بڑا ہونا چاہئے اور اس کا اعزاز اور احترام واجب ہے۔ لیکن جو ایسا نہیں کرتا وہ کوئی معزز نہیں کیونکہ صرف دنیاوی وجاہت کوئی قابلِ عزت چیز نہیں۔ جو لوگ اس خیال سے کام چھوڑ دیتے ہیں کہ بڑے ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوتے ان کے نزدیک گویا روحانی فضیلت کوئی چیز نہیں اور دنیاوی عزت ہی اصل بڑائی ہے۔ ورنہ جو شخص یہ سمجھ لے کہ میں خدا کے لئے کھڑا ہوا ہوں اور اصل عزت دینی خدمت میں ہے وہ پھر اس بات سے کیونکر گھبرا سکتا ہے کہ کوئی بیرسٹر یا ڈپٹی میرے ساتھ شامل نہیں ہوتا۔ اسے خود اپنے آپ کو ان سے بڑا سمجھنا چاہئے۔ ورنہ جب یہ کہا جائے کہ بڑے آدمی ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوتے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ بڑائی دین کے باہر ہے مگر یہ قطعاً غلط بات ہے۔ میں تو ایسے بڑے لوگوں کو مُؤَلَّفَةِ الْقُلُوْب کہا کرتا ہوں۔ بعض نادان کہہ دیتے ہیں آپ بڑوں سے خاص سلوک کرتے ہیں حالانکہ وہ سمجھتے نہیں۔ قرآن کریم نے بھی ان کا خاص حصہ رکھا ہے۔[2] کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی رسول کریم ﷺ نے ابوبکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ یا علیؓ کو اتنا مال دیا جتنا مُؤَلَّفَةِ الْقُلُوْب کو دیتے تھے۔ پس یہ کہنا کہ فلاں سے زیادہ سلوک کیا جاتا ہے اپنے ایمان سے ٹھٹھا کرنا ہے۔ ہاں اگر مُؤَلَّفَةِ الْقُلُوْب بھی ترقی کر کے ایمان کے درجہ پر آ جائیں تو پھر ان سے بھی مساوی سلوک ہوگا۔ ہر ایک کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ میں نے خدا کے لئے کام کرنا ہے کسی بڑے آدمی کے لئے نہیں کرنا۔ اگر ایسے مفروضہ بڑے آدمی احمدی نہ ہوتے تو جب بھی ہم نے کام کرنا تھا۔ خدا کی نظر میں سب بڑے ہیں۔ دنیاوی عزت رکھنے والے ہمارے نزدیک اُسی وقت بڑے ہوں گے جب دینی روح بھی

ان کے اندر پیدا ہو جائے۔ یہ بڑائی کا معیار مختلف مقامات پر مختلف ہوتا ہے۔ ایک جگہ گرداور کو بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے اور وہاں کے لوگ شکایت کرتے ہیں کہ گرداور صاحب دینی کاموں میں حصہ نہیں لیتے۔ لیکن دوسری جگہ کوئی نائب تحصیلدار ہوتا ہے اور وہ حصہ نہیں لیتا تو اسے بڑا آدمی قرار دے کر شکایت کی جاتی ہے اور شکایت کرنے والا خود گرداور ہوتا ہے وہاں وہ اپنے آپ کو چھوٹا اور نائب تحصیلدار کو بڑا سمجھتا ہے۔ اسی طرح اگر کہیں کوئی احمدی ڈپٹی ہو جو دینی کاموں میں حصہ نہ لے تو اسے بڑا قرار دے کر اس کی شکایت کی جاتی ہے اس طرح بڑائی کا معیار بدلتا رہتا ہے۔ ایک جگہ جسے بڑا سمجھا جاتا ہے دوسری جگہ وہی اپنے آپ کو چھوٹا قرار دے لیتا ہے۔ دراصل اس قسم کی بڑائی اسلام کے نزدیک کوئی بڑائی نہیں۔ اسلام اُسی کو بڑا قرار دیتا ہے جو دین میں بڑا ثابت ہو۔

پس دوستوں کو اپنے اپنے مقام پر تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ میں نے جلسہ پر اعلان کیا تھا کہ میں چھوٹے چھوٹے تبلیغی اشتہار شائع کروں گا جو مختصر ہوں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں شائع ہوتے تھے۔ اس سلسلہ کا پہلا اشتہار قریباً مکمل ہو چکا ہے لیکن اس کام کیلئے ہمارے پاس کوئی بجٹ نہیں اس لئے یہ کام اُسی وقت ہو سکتا ہے جب دوست اس کی طرف توجہ کریں۔ میرا اندازہ ہے غالباً پانچ روپے ہزار پر خرچ ہوں گے۔ پس قادیان اور باہر کی جماعتوں کو چاہئے کہ تحریک کر کے اس کی اشاعت کا انتظام کریں۔ میری غرض یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ ان میں سب باتیں علمی نہیں ہونگی بلکہ کچھ علمی دلائل ہوں گے اور کچھ جذباتی رنگ ہوگا جس میں بتایا جائے گا کہ زمانہ کی حالت بتا رہی ہے کہ اِس وقت کسی مصلح کی ضرورت ہے اور اِس کی جماعت میں شامل ہوئے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ میرے نزدیک یہ ایک لاکھ یا کم سے کم پچاس ہزار شائع ہونا چاہئے اس لئے ہر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنی جگہ پر انتظام کر کے اس کی خریداری کے لئے نظارت دعوت و تبلیغ کے پاس آرڈر بھیج دیں۔

میں نے ہر رنگ میں اس پہلو پر غور کیا ہے اور آخر اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سلسلہ کی ترقی کے بغیر اسلام کا بچاؤ نہیں۔ پہلے یہ بات ایمان کی بناء پر تھی مگر اب مشاہدہ بھی ہو گیا ہے۔ میں نے خود بھی مل کر اور دوستوں کو ملاقاتوں کے لئے بھیج کر معلوم کیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر قربانی کرنے کی روح مٹ چکی ہے اور ہر کسی کو اپنے نفس کی بڑائی کا ہی خیال ہے اسلامی ہمدردی سے کوئی کام

نہیں کر رہا۔ لاکھوں میں شاید کوئی ایسا آدمی مل جائے جس پر اسلام کی محبت کا چھینٹا پڑا ہو۔ مگر احمدی جماعت کا ہر فرد اِلاَّ مَاشَاءَ اللّٰہُ کیونکہ ہر جماعت میں کمزور بھی ہوتے ہیں تاہم ہمارے کمزور بھی دین کی خدمت کے لئے دوسروں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ وہ جن کے متعلق ہم شبہ کرتے ہیں کہ شاید منافق ہوں جب غیروں میں جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ایسے اولیاء اللہ ہم نے کبھی دیکھے نہیں۔ یہی روح ہے جس سے سلسلہ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے لیکن یہ روح جماعت میں داخل ہو کر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ میں زیادہ بولنا نہیں چاہتا لیکن مدرسہ کے معاملہ نے مجھے جوش دلا دیا اور اب میں تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس فرض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اُس نے ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ حتّٰی کہ ہمارے بوڑھے، جوان، بچے، عورت، مرد، لڑکے، لڑکیاں وغیرہ دنیا کے اندر مفید وجود ثابت ہو سکیں۔ محض ہماری پیدائش دنیا کے لئے مفید نہیں ہو سکتی جب تک ہمارا وجود مفید نہ ہو۔

(الفضل ۱۷۔ جنوری ۱۹۳۰ء)

۱؎ بخاری کتاب المناقب باب المناقب وقول اللّٰہ تعالیٰ یایھاالناس اناخلقنکم من ذکر و انثٰی

۲؎ التوبۃ: ۶۰